1

نضرۃ النعیم سیریز

دل بدلے تو زندگی بدلے
پارٹ-1

اب اخلاق بدلنا ہے

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اب اخلاق بدلنا ہے

نگہت ہاشمی

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : اب خلوص بولتا ہے

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : اپریل 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III لاہور فون 042-7060578-70605

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1 ، کینال روڈ فون: 041 - 872 1851

بہاولپور : 7A ، عزیز بھٹی روڈ ، ماڈل ٹاؤن اے فون: 062 - 2875199

2885199 ، فیکس : 062 - 2888245

ملتان : 888/G/1 ، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی ، بوسن روڈ ، گلگشت

فون: 061 - 600 8449

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

سوسن کمپیوٹرز 46-B گرین مارکیٹ بہاولپور

مطبع :

قیمت : روپے

ابتدائیہ

شخصیت انسان کی پہچان ہوتی ہے۔ جیسے اوصاف کوئی انسان اپنے اندر پیدا کر لے وہی اس کی شخصیت ہے۔ وہی اس کا تشخص ہے، وہی اس کی identity ہے۔ تشخص کے لیے کوئی نہ کوئی علامت ہوتی ہے اور مومن کا تشخص اس کے اوصاف، اس کے اخلاق ہوتے ہیں اور ان اخلاق کی وجہ سے مومن کو شخصیت ملے گی، جنت میں اس کا چہرہ پہچانا جائے گا۔

ہم نے مکارمِ اخلاق کیوں سیکھنے ہیں؟

ہمیں ایک پہچان چاہیے۔

ہماری روح کو لباس چاہیے۔

ہمیں اپنا ایک چہرہ چاہیے۔

اس چہرے کی رونقیں چاہئیں۔

اس چہرے کی تازگی چاہیے۔

یہ نعمتوں کی تازگی اچھے اخلاق ہیں، ان کے بغیر چہرہ نہیں بنے گا۔ اخلاق بدلنے کے لیے کی جانے والی کوششوں کا یہ وہ بنیادی مقصد ہے جس کے بارے میں محترمہ نگہت ہاشمی

نے "**نَضۡرَۃُ النَّعِیۡم**" سیریز کے پارٹ ون کے ابتدائی لیکچر میں اظہارِ خیال کیا۔خوبصورت چہرہ چاہیے تو اخلاق کو خوبصورت بنانا ہوگا۔یہ ایک لمحے میں ہوجانے والا کام نہیں ہے۔اس کے لیے مضبوط ارادے کے ساتھ ساتھ طریقۂ کار کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔

"**نَضۡرَۃُ النَّعِیۡم**" اپنے اخلاق کو رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے مطابق کرنے کے لیے کی جانے والی کوشش کا سفر ہے۔اس سیریز کا آغاز رمضان کے مبارک مہینے میں کیا گیا۔ان کلاسز نے رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں کی یاد دلا دی۔یہ نفس کی پہچان کے بعد اس کی پاکیزگی کا عمل ہے۔یہی وہ چیز ہے جس کی ایک عرصے سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ان لیکچرز کے توسط سے دلوں کے اندر نیکی سے حقیقی محبت اور برائی سے کراہت ونفرت کا پیدا کرنا ممکن ہوا ہے۔رب العزت نے قرآنِ حکیم میں فرمایا:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰہَا (الشمس:9)

"کامیاب ہوگیا وہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا۔"

جو شخص اپنے نفس کا تزکیہ کرنا چاہتا ہو،اپنے دل میں نیکی کی محبت اور برائی کی نفرت پیدا کرنا چاہتا ہو،اسے اس سیریز سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔یہ لیکچرز سی ڈیز اور پمفلٹس دونوں صورتوں میں دستیاب ہیں۔پڑھیے،سنیے اور اخلاق بدلنے کی اس مہم میں ہمارے ساتھ شامل ہوجائیے۔اپنے حلقۂ احباب تک اس پیغام کو پہنچا کر اس معاشرے کو صبغۃ اللہ 'اللہ تعالیٰ کے رنگ' میں رنگنے کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کردیجیے۔

پبلشنگ سیکشن

النور انٹرنیشنل

ایک نئے کورس کا آغاز کرتے ہیں جو ہماری زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔
اِس کورس میں سب سے پہلے ہم کچھ بنیادی تصورات پر غور کریں گے۔اِن بنیادی تصورات کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اگلے معاملات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔طریقہ کار یہ ہوگا کہ ہم جو چیز پڑھیں گے:

1۔اس کو نوٹ بک پر لکھیں گے۔

2۔اس کو دہرائیں[revise] گے۔

3۔اسے دوسروں تک پہنچائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

میں چاہتی ہوں کہ ایک بار ہم need Annalysis کر لیں۔

کورس کی ضرورت واہمیت

کیا واقعی ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سیکھنے کی ضرورت ہے؟

کیا واقعی اچھی صفات کو اپنانا ہمارے لیے ناگزیر ہے؟

ایسا کس نے ضروری قرار دیا؟

اگر ایسا نہیں ہوگا تو پھر کیا ہوگا؟

کلاس میں موجود طالبات کے تاثرات

ہم خوب اچھی طرح analise کرنے کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھائیں۔ آسوبیل ایک educationist ہے کہتا ہے کہ learning، Preconceptions کے مطابق ہوتی ہے یعنی جو چیز پہلے سے انسان کے ذہن میں ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میرے ذہن میں کوئی اور بات ہو، آپ کے ذہن میں کوئی اور بات ہو اور ہارمنی نہ ہوسکے، میں کسی اور سطح پر بات کرتی رہوں، آپ کسی اور سطح پر سمجھتے رہیں۔ اِس لیے ہم پہلے ایک نقطے تک پہنچنے کی کوشش کریں گے اور وہ ہے 'ضرورت' اور ضرورت کس چیز کی ہے؟ اَخلاق کی۔

طالبہ 1: اللہ تعالیٰ، میرے رب نے جو مجھے پالنے والا ہے حکم دیا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

''نبی ﷺ کی زندگی میں ہی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے''۔

اگر میں مکارمِ اخلاق نہیں سیکھوں گی تو اس کا مطلب ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو جھٹلا دیا، پھر میں کافروں میں شمار ہوں گی؟ اور کافر تو جہنم میں جائے گا اور میں جہنم میں نہیں جانا چاہتی اِس لیے میں اِس کو سیکھنا چاہتی ہوں۔

طالبہ 2: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران:31)

مجھے آپ ﷺ کی محبت چاہیے اور آپ ﷺ کی محبت کے لیے میں آپ ﷺ کی اِتباع کرنا چاہتی ہوں اور اِس اتباع کے لیے میں مکارمِ اَخلاق سیکھنا چاہتی ہوں۔

طالبہ 3: نبی ﷺ کی ایک حدیث اِس وقت مجھے یاد آرہی ہے کہ اُمِ سلمٰی! بہترین اخلاق والے تو جنت لوٹ کر لے گئے۔ مجھے جنت کا اتنا زیادہ شوق ہے اور جنت بھی چاہیے، اِس لیے میں مکارمِ اخلاق سیکھنا چاہتی ہوں۔

طالبہ 4: ایک بات تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے لیکن میں یہ دیکھتی ہوں کہ میری زندگی کو اور پوری سوسائٹی میں مکارمِ اَخلاق کی کتنی زیادہ ضرورت ہے! یعنی آج ہم جن اندھیروں میں ہیں، اِس وقت ہم جس راستے پر چل رہے ہیں وہ سیدھا جہنم کی طرف جانے والا ہے۔ اِس سے بچنے کے لیے زندگی کے ہر ہر موڑ پہ اور زندگی کے ہر لمحے میں ہمیں راہنمائی [gudience] کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور نبی ﷺ کی زندگی ہمارے لیے کامل نمونہ ہے الحمدللہ۔

طالبہ 5: ایمان کی تکمیل کے لیے میں نبی ﷺ کے اخلاق کو سیکھنا چاہتی ہوں اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُسے اُس کے والدین اور اُس کی اولاد سے زیادہ اُسے محبوب نہ ہو جاؤں“۔ تو اِسی وجہ سے مکارمِ اَخلاق کو سیکھنا ہے کہ نبی ﷺ کے جن اَخلاقِ حمیدہ سے میں دُور ہوں وہ میری زندگی میں شامل ہو جائیں اور میرا ایمان مکمل ہو جائے۔

استاذہ: آپ کیوں سیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ کے اندر سے ایک بات آئے گی ناں تو آپ کو

زیادہ فائدہ ہوگا اِس لیے involvement ضروری ہے۔

طالبہ 6: سب کچھ کرتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ اپنی زندگی دین کے لیے لگاتے تو ہیں لیکن بہت سارے کام ایسے ہیں جہاں پر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ ٹھیک نہیں ہیں۔ میں اس لیے سیکھنا چاہتی ہوں کہ نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کو سنوار سکوں۔

طالبہ 7: اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ عزیز تھے۔ میں اُن کی طرح بننا چاہتی ہوں، میں اُن کی طرح عمل کرنا چاہتی ہوں۔ قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں ناں کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

'(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے! اگر تم حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروری اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔'' (آلِ عمران:31)

میں چاہتی ہوں میرے گناہ بھی معاف ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ مجھے لوگوں میں سے سب سے زیادہ پیار کرے۔

طالبہ 8: میں اس لیے مکارمِ اخلاق سیکھنا چاہتی ہوں کہ میں رب کی نظر میں سرخرو ہو جاؤں۔

طالبہ 9: میں اللہ تعالیٰ کی محبوب بننا چاہتی ہوں اس لیے کہ اُس نے فرمایا: ''جس نے رسول سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی''۔ اِس لیے میں آپ ﷺ کے مکارمِ اَخلاق سیکھنا چاہتی ہوں۔

طالبہ 10: مجھے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت چاہیے اس لیے کہ جنت چاہیے،

اُس کی طرف قدم بڑھانے کے لیے سیکھنا چاہتی ہوں۔

طالبہ 11: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں فرمایا:''اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اُسے کامیابی حاصل ہوگی''۔ میں دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنا چاہتی ہوں اس لیے رسول اللہ ﷺ کے مکارمِ اخلاق سیکھنا چاہتی ہوں۔

طالبہ 12: میں اِس لیے سیکھنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ محبت کرنے لگ جائیں اور جیسے اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں کہ''ہم آپ ﷺ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں'' تو میں جو بھی کام کروں تو میرے دل میں یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ میری طرف دیکھ رہا ہے اور جس طرح سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ سے محبت تھی، اِسی طرح اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کریں اور میں ہر کام اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہی کروں۔

طالبہ 13: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''یقیناً اخلاق والے تو جنت لوٹ کر لے گئے'' اور میں جنت جانے کے لیے مکارمِ اخلاق سیکھنا چاہتی ہوں۔

طالبہ 14: میں نے ایک حدیث پڑھی تھی جب دورۂ سنن ابی داؤد ہو رہا تھا تو اس کے Handout کے اُوپر لکھی ہوئی تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''جس نے میری سنت سے محبت کی گویا اُس نے مجھ سے محبت کی'' اور اللہ کے رسول ﷺ نے خوشخبری دی کہ جو لوگ مجھ سے محبت کریں گے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ یعنی ایک چیز جنت تو ہم چاہتے ہیں لیکن اس میں جو چیز مجھے سب سے زیادہ attract کرنے لگی تھی وہ یہ کہ جنت میں رسول اللہ ﷺ کو بھی دیکھ سکیں گے

اور اُن کی محفل وہاں Attend کرسکیں گے۔ مجھے بچپن میں بعض اوقات بہت زیادہ افسوس بھی ہوتا تھا اور اب بھی اور میں سوچتی ہوں کہ کاش میں اُس وقت پیدا ہوتی جب رسول اللہ ﷺ موجود تھے تو شاید میں اُن کو اُس وقت دیکھ سکتی، اُن سے سیکھ سکتی، یوں میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہوسکتی، میرا ایمان زیادہ بہتر ہوتا لیکن جب ہم نے حدیث کو پڑھا تب یہ چیز سامنے آئی کہ اِس وقت رسول اللہ ﷺ کی صحبت یوں موجود نہیں ہے لیکن کلام تو اس وقت موجود ہے اور جتنا زیادہ ہم ان کے foot step کو follow کرسکیں گے، جتنا زیادہ ہمارے قدم اُن کے قدموں کے پیچھے ہوں گے اُتنا زیادہ ہم جنت میں اللہ تعالیٰ کے قریب بھی ہوسکیں گے اور اللہ کے رسول ﷺ کے قریب بھی ہوسکیں گے۔ اس لیے جب بار بار کہا جا رہا تھا کہ اب آپ کے پاس موقع ہے، آپ اُٹھ سکتے ہیں تو میں یہ سوچ رہی تھی کہ میں کس جگہ سے اُٹھ جاؤں؟ کیا وہاں سے جہاں پر رسول اللہ ﷺ کی بات سکھائی جائے گی میں اپنا نام خارج کرواؤں؟ میں اِس مقام سے اُٹھوں؟ کہ اللہ رب العزت مجھے عزت دینا چاہیں اور میں یہ کہوں کہ نہیں مجھے یہ عزت کا مقام نہیں چاہیے؟ مجھے یہ سعادت نہیں چاہیے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بات کو سُن سکوں، جو لفظ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلے وہ میرے عمل میں آسکیں۔ اس لیے جب بار بار کہا جاتا تھا تو میری Commitment بھی زیادہ Strong ہوئی۔ جس رب نے یہاں آنے کا موقع دیا، اتنے مشکل حالات میں بھی یہاں لے آیا، وہ رب آئندہ بھی مجھے ثابت قدم رکھے گا۔ میں بار بار یہی پڑھتی تھی:

حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ عَلَـیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

(التوبہ 129:)

طالبہ 15: مجھے ایسے لگتا ہے کہ جب تک میں مکارِم اَخلاق نہیں سیکھ لیتی تب تک میں اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل نہیں کرسکتی۔ جس طرح نبی ﷺ کے اخلاق اچھے تھے تبھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے تھے، آپ ﷺ ایک ٹیچر تھے، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو انہوں نے دعوت دی تو زیادہ سے زیادہ لوگ اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

طالبہ 16: مجھے بہت پہلے سے بہت شوق تھا کہ مجھے بھی نبی ﷺ سے اتنی محبت ہو جائے لیکن پتہ نہیں تھا لیکن جب یہاں آ کے پتہ چلا جیسے استاذہ بتاتی ہیں کہ اسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے جس کے بارے میں ہم جانتے ہوں تو جب سے سیرت کے بارے میں پڑھنا شروع کیا تو دل میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں محبت پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں جانا تو اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ محبت ہوئی تو اب اور زیادہ دل چاہتا ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے بارے میں جانیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے بھی پسندیدہ ہو جائیں۔ مجھے یہ حدیث بہت اچھی لگتی ہے کہ حُسنِ اَخلاق والے جنت لوٹ کر لے گئے۔ مجھے اپنے اِردگرد دیکھ کے اپنے اَخلاق کے بارے میں بہت دُکھ ہوتا ہے اور میرا یہ جی چاہتا ہے کہ میں مکارمِ اَخلاق سیکھوں اور اپنے اَخلاق بھی درست کروں اور لوگوں کے بھی انشاءاللہ تعالیٰ۔

طالبہ 17: پچھلے دنوں محسنِ انسانیت کا پروگرام ہوا تو مجھے بہت زیادہ محسوس ہوا کہ قرآنِ پاک ہم نے پڑھ لیا، سیکھ لیا لیکن عمل بہت کم ہے اور عمل کرنے کے لیے مجھے نبی ﷺ کی زندگی کو سیکھنا ہوگا اور ایک بات یہ کہ مجھے اپنے دل میں نبی ﷺ کی محبت بہت کم محسوس ہوتی تھی یعنی جتنی ہونی چاہیے اس سے بہت کم تھی اور میں نبی ﷺ کی محبت بہت زیادہ چاہتی ہوں تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل

کرسکوں۔

طالبہ 18: میں نبی ﷺ کے اخلاقیات کو سیکھنا چاہتی ہوں اور ابھی بیٹھے بیٹھے میرے دل میں یہ خیال آرہا تھا کہ جب حشر کا دن ہوگا اور ہم کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھے گا کہ تمہارے پاس نبی ﷺ کی زندگی تھی تو تم نے اس میں سے کتنا لیا، کتنا عمل کیا؟ الحمدللہ نیت کرنے کا اور خود سے عزم کرنے کا موقع ملا اور کل دعوت دینے جارہے تھے تو ایک دوخواتین جارہی تھیں۔ ان کے چلنے کے حوالے سے بہت چھوٹی چھوٹی چیزیں تھیں جن کے حوالے سے محسوس ہورہا تھا کہ الحمدللہ احساس ہے ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کا، اگر نہیں آتیں تو اللہ تعالیٰ سکھادے گا۔ بہت زیادہ خوشی ہورہی تھی اور میں اللہ تعالیٰ سے کہہ رہی تھی کہ اگر چلنا ہے تو یا اللہ! مجھے پکڑ کر چلنا سکھادے اور نبی ﷺ کی سیرت کے مطابق۔

طالبہ 19: میں نے آج سے دو سال پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ بہت سارے لوگ اکٹھے ہوئے ہیں۔ اتنی بے حیائی اور گندگی ہے اور ان کے درمیان نبی ﷺ تشریف لاتے ہیں، اتنا شور شرابا ہوتا ہے لیکن ایک دم سے خاموشی ہوتی ہے اور سب اُن کی طرف دیکھنا شروع کردیتے ہیں اور وہ اتنے زیادہ خوش ہوتے ہیں اور پھر وہ آگے آگے چلنا شروع ہوجاتے ہیں اور میں اُن کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کردیتی ہوں۔ جب میں القرآن آئی تو مجھے محسوس ہوا کہ واقعی میں آپ ﷺ کی اطاعت اور پیروی کے لیے اُن کے پیچھے چل پڑی ہوں لیکن مجھے آج لگ رہا ہے کہ اُن کے پیچھے چل رہی ہوں۔

طالبہ 20: مجھے ایک حدیث یاد آرہی ہے کہ ایک شخص بہت ساری نیکیاں لے کر آئے گا لیکن

کسی کا اُس نے حق مارا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کی غیبت کی ہوگی تو مجھے یہ ہے کہ میں دوسری عبادات تو کرتی جاؤں لیکن اَخلاق میرے اتنے برے ہوں کہ اسی کی وجہ سے میں جنت میں نہ جا سکوں؟ میں جنت جانے کے لیے آپ ﷺ کے اَخلاق سیکھنا چاہتی ہوں۔

اخلاق کی اہمیت:

ہم اسے philosophically نہیں دیکھیں گے۔ میں اس کورس کے حوالے سے نام پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ ''نضرۃ النعیم''۔ کیا مطلب ہے اس کا؟ نعمتوں کی تازگی، رونق۔ قرآنِ حکیم سے آیت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں، اِس سے سمجھنا آسان ہوجائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور اچھی مائنڈ سیٹنگ ہوگی۔ رب العزت نے سورۃ المطففین آیت 24-22 میں فرمایا:

اِنَّ الْاَبْـرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ (المطففین 24-22)

''یقیناً نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے۔ اُونچی مسندوں پر بیٹھے ہوئے نظارے کر رہے ہوں گے۔ اِن کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے''۔

'تَعْرِفُ' کا روٹ کیا ہے؟ (ع ر ف) اِس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ پہچان، معرفت کو کہتے ہیں۔ جنتی لوگوں کی پہچان کس چیز سے ہوگی؟ تَعْرِفُ '' آپ پہچانو گے''۔ کوئی بھی جنتی کو پہچانے گا تو کس چیز سے؟ نہ آنکھ سے، نہ ناک سے، نہ Lips سے، نہ چہرے کی shape سے، نہ قدبت سے، نہ colour complexion سے، کوئی چیز نہیں۔

تَعْرِفُ   '' آپ پہچانو گے''۔

جنت تو ایسی جگہ ہے جہاں پیمانے مختلف ہوں گے۔

تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ

''آپ پہچانو گے اُن کے چہروں میں''۔

جیسے آج ہمارا ایک چہرہ ہے ایسے ہی آخرت میں ہم سب کا ایک چہرہ ہوگا۔ وہ چہرہ کیسا ہوگا؟ ہم مٹی سے بنے ہیں، مادے سے، ہمارے ذہن میں ہمیشہ ایک مادی شکل ہی رہتی ہے اور یہ شکل اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بنا کر بھیجی ہے۔ خَلق اللہ تعالیٰ کی ہے اور خُلق انسان کا۔ خَلق کی وجہ سے دنیا ملی اور خُلق کی وجہ سے جنت ملی۔ سورۃ المؤمنون کے حوالے سے ایک بات انسان کی پیدائش کے حوالے سے واضح کرتے ہوئے آگے چلوں گی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ [12] **ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ** [13] **ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ** [14] **ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ** [15] **ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ** [16]

''ہم نے انسان کو مٹی کے سَت سے بنایا، پھر اُسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر اس لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اُس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ پھر بڑا ہی بابرکت ہے اللہ تعالیٰ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔ اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے۔ پھر قیامت کے دن یقیناً تم کو اٹھایا جائے گا''۔

ہم پہلے خَلق کے درجات دیکھیں گے، پھر خُلق کے درجات [stages] دیکھیں گے۔ خَلق رب کی جانب سے اور خُلق انسان کی جانب سے۔ خَلق کے لیے جو کچھ کیا رب نے اس دنیا میں رہنے کے لیے، مٹی پہلی چیز ہے۔ سورۃ المؤمنون کی آیات میں نے آپ کے سامنے

رکھیں۔آپ اس کو فلو چارٹ کی شکل میں دیکھیں گے، پھر ہم باری باری خُلق کی بات کو دیکھیں گے، پھر مائنڈ سیٹنگ ہو گی۔

خُلق کے مراحل

1۔مٹی

2۔نطفہ

3۔علقہ (علقہ کہتے ہیں جمے ہوئے خون کو)۔

4۔گوشت کی بوٹیاں (اس بوٹی کی کوئی شکل نہیں تھی)۔

5۔ہڈیاں

6۔ہڈیوں پر گوشت

7۔موجودہ شکل، یہ وجود

یہ انسان کی تخلیق ہے۔کیسے انسان بنا؟ بنیادی مادہ پتہ لگ گیا ناں کیا ہے؟

اس آیت میں دنیا میں رہنے کا تذکرہ نہیں ملتا بلکہ دنیا سے جانے کا تذکرہ ملتا ہے۔

جب آپ نے یہ لکھ لیا پیدائش انسانی کے مراحل آخر میں لکھ لیں۔

زندگی کے بعد کے مراحل

1۔زندگی سے پہلے

2۔زندگی

3۔موت

4۔بعث بعد الموت

کیا اِس بات کا ہمیں یقین آتا ہے کہ ہم کبھی نہیں تھے؟ اِن میں سے کوئی بات ایسی

ہے جس پر یقین نہ آتا ہو؟ اِس بات پر یقین ہے کہ کبھی ہم نہیں تھے؟

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا

(الدھر:1)

''کیالامتناہی زمانے میں انسان پر کبھی ایساوقت گزرا ہے جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھا''؟

کیا تھا پھر؟ مٹی۔ اِس کے بعد پھر اگلی stages شروع ہوئیں اوراب وجود بن گیا۔ پھر یہ ختم ہونے والا سلسلہ ہی نہیں ہے۔ مٹی کو موت آئے گی لیکن روح کو موت نہیں آئے گی۔ یعنی جسم کو موت آئے گی، جب بعث ہوگا تو اُس وقت اِسی مٹی یعنی جسم کو دوبارہ اٹھایا جائے گا لیکن روح کو کبھی موت نہیں آنی، پھر روح کا کیا ہونا ہے؟ روح کے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے؟ روح موت کے وقت کہاں جائے گی؟ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں۔

پہلا پوائنٹ جواب تک ہم نے دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روح کو قبض کرلیں گے اورصرف اُسی کی جان کو آزاد کیا جائے گا، ہمیشہ کی خوشیاں اُسے دی جائیں گی جو کامیاب ہے ورنہ یہ روح ہمیشہ کے لیے قبض ہوجائے گی۔

دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس روح کو پیدا کیا اُس نے کبھی ختم نہیں ہونا۔ اُس کا ایک لباس دنیا کے لیے ہے اورایک لباس آخرت کے لیے ہے، خَلق اور خُلق۔ ایک لباس دنیا کا اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہمیں اس میں کوئی محنت نہیں کرنی پڑی، نہ تو کسی کی ماں کی محنت ہے نہ باپ کی، نہ کسی ڈاکٹر کی اور نہ کسی اور کی، خَلق میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ روح کا پہلا لباس خَلق ہے۔ روح کا ایک دوسرا لباس ہے جس کے ساتھ ہمیں آخرت میں اُٹھایا جائے گا۔ وہ لباس ہے خُلق۔ پہناوا ہے ناں روح کا۔ جیسا خود کو بنایا ہوگا ویسا ہی اللہ تعالیٰ اُسے اُٹھائیں گے، اسی شکل میں۔ آپ کو یاد ہوگی وہ حدیث آپ ﷺ نے فرمایا:

''طعنے دینے والے، پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنے والے قیامت والے دن کتوں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے۔'' کتے کا پہناوا اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو اخلاقی برائیاں ہیں، غلطیاں، یہ جانوروں کی طرح ہیں اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بھی کتے سے تشبیہ دی ہے۔ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جس گھر میں کتے ہوتے ہیں وہاں فرشتے نہیں آتے، روشنی نہیں آتی اور جس دل کے اندر برائیاں ہوں، جس انسان کے اَخلاق خراب ہوں، جو آلودگیوں میں مبتلا ہو، اُس دل کے اندر نہ تو اللہ تعالیٰ کا نور آتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت جگہ پاتی ہے۔ (احیاء العلوم 105/1)

اس سے ہمیں کیا پتہ چلتا ہے؟ کہ انسان اس دنیا میں اپنی روح کے لباس کے لیے خود کوشش کرتا ہے۔ خُلق کہتے ہیں عادت کو۔ یہ رویے ہیں جن کی وجہ سے ہمیں صورت ملے گی۔ اب ہم قرآن کے ذریعے اسے اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔ ربُّ العزت نے قرآن میں جنتیوں کے چہرے کی شناخت اور علامت بتائی ہے:

تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ (المطففین:24)

اب آپ اسے اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔

تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ

''آپ پہچانو گے ان کے چہروں میں''۔

اُن کے چہرے کیسے ہوں گے؟ یہ وجود تو مٹی کا لباس ہے۔ مٹی کا لباس ختم ہونے والا۔ جنت والوں کے چہروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ

''نعمتوں کی بارش ہوگی''۔

یہ نعمتیں کیا ہیں؟ کون سی چیز ہوگی جس کی وجہ سے جنتیوں کو خوبصورت چمکتے ہوئے

چہرے ملیں گے؟ یہ خُلق ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کے لیے انسان کو دُنیا میں محنت کرنا ہے۔ ہم جیسا چہرہ چاہتے ہیں ویسا ہی چہرہ مل جائے گا۔ بس اس چہرے کے لیے ہم کو ویسی ہی عادات اپنانی پڑیں گی۔ کل جو کچھ ہمیں ملنے والا ہے وہ ہمارے اخلاق، ہماری عادات، ہمارے رویوں کی وجہ سے۔ جو نَضْرَةُ النَّعِيمِ ہے نعمتوں کی تازگی، اس کو ہم کہاں سے دیکھیں؟ کیسے پتہ چلے کون کون سی نعمتیں ہیں؟ اس کو دیکھنا ہے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سے۔ اگر کوئی دیکھنا چاہتا ہے تو

فِيْ مَكَارِمِ اَخْلَاقِ رَسُوْلِ الْكَرِيْمِ

''رسولِ کریم ﷺ کے اَخلاق میں دیکھ سکتا ہے''۔

جو چیزیں آپ نے اپنائیں، جیسی شخصیت آپ کی بنی ویسی شخصیت بنانی ہے۔ دیکھیں دنیا کی زندگی میں آپ شخصیت کے تصور [concept] کو سمجھیں کسے کہتے ہیں؟ شخصیت، پرسنالٹی، انسان کی پہچان ہوتی ہے ناں! شخص کسے کہتے ہیں؟ انسان کو۔ انسان جیسے اوصاف اپنے اندر پیدا کرلے وہی اس کی شخصیت ہے، وہی اس کی identity ہے۔ شناختی کارڈ پر ہماری کیا پہچان ہوتی ہے؟ مثلاً دائیں گال پر تل کا نشان یا بائیں پاؤں پر کٹ کا نشان وغیرہ۔ دنیا میں پہچان کی نشانیاں کتنی معمولی قسم کی ہوتی ہیں! Identity کے لیے کوئی نہ کوئی نشان تو ہوتا ہی ہے اور مومن کی Identity تو اُس کے اوصاف ہوں گے، اُس کے اَخلاق ہوں گے اور اَخلاق کی وجہ سے ہی مومن کو شخصیت ملے گی اور جنت میں اُس کا چہرہ پہچانا جائے گا۔

ہمیں ایک پہچان چاہیے۔

ہماری روح کو لباس چاہیے۔

ہمیں اپنا ایک چہرہ چاہیے۔

اُس چہرے کی رونقیں چاہئیں۔

اُس چہرے کی تازگی چاہیے۔

تو یہ نعمتوں کی تازگی ہے، یہ اَخلاق ہیں، اِن کے بغیر چہرہ نہیں بنے گا۔ آپ کبھی ماں کے پیٹ کے اندر علقہ سے بننے والی بوٹی کو دیکھیں، اُس کی تو کوئی شکل نہیں ہوتی۔ انسان کو مٹی سے بنایا گیا، ایسے ہی انسان کے خُلق کے لیے بھی کچھ بنیادی مواد ہے [basic material] جس سے اَخلاق بنتے ہیں۔ اس کے بغیر اَخلاق وجود میں نہیں آ سکتا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اَخلاق کا بیج ایمان ہے۔ یہ بیج نہیں بوؤ گے تو خُلق نہیں بنے گا۔ کیا کبھی کوئی پھل بغیر بیج کے پیدا ہوا یا کوئی سبزی یا اَجناس میں سے کوئی جنس بغیر بیج کے پیدا ہوئی؟ جب کوئی چیز بغیر بیج کے پیدا نہیں ہوئی تو خُلق کے لیے بھی بیج چاہیے۔ یہ بیج کس کا ہے؟ ایمان کا، یقین کا۔ اس کے لیے کچھ حقائق کو سمجھنا پڑے گا اور کچھ چیزوں کو ذہن میں بٹھانا ہوگا تب ہی اَخلاق کا معاملہ درست ہوسکتا ہے۔ پہلی حقیقت کیا ہے؟

1۔ اللہ خالق ہے۔

ہمارا خالق کون ہے؟ جس نے ہمیں اس جسم کا پہناوا دیا۔ وہ کون ہے؟ وہ کیسا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ ایک ہے۔ اُس جیسی صفات کسی کی نہیں۔ اُس نے مجھے بھی پیدا کیا، ساری مخلوقات کو پیدا کیا، اُس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا۔ وہ کیسا ہے؟ وہ نور ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:35)

”اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کا نور ہے“۔

زمین اور آسمان کی روشنی ہے۔ ہمارا تعلق کس سے ہے؟ ہم مخلوق ہیں، وہ ہمارا خالق ہے اور 'ہم' کی بجائے 'میں' کا لفظ استعمال کریں گے۔ میں مٹی سے بنا اور میرا خالق نور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے ہاتھوں سے بنایا لیکن وہ مجھے حکم دیتا ہے کہ میں اپنے اَخلاق کے لیے خود کوشش کروں۔

ایک اللہ تعالیٰ کو کہاں سے پہچانیں؟ ایٹم سے پہچان لیں؟ ایٹم سے کیسے پہچانیں گے؟ اِس کا سسٹم بتاتا ہے، بیچ میں ایک نیوکلئس، اردگرد الیکٹرانز۔ اس مثال کو دوسرے انداز میں دیکھیں، عبادت ہو رہی ہے اور ہمیں سکھایا جا رہا ہے: گھومو گھومو گھومو۔ پھر بیت اللہ میں دیکھ لیں کیا ہوتا ہے؟ بیت اللہ میں کیا ایٹم کی کہانی نہیں ہے؟ گھومو گھومو گھومو! ہم طواف کو ایک چھوٹے سے ذرے میں دیکھ سکتے ہیں۔ بیت اللہ کا طواف کس طرح ہوتا ہے؟ جس کی چاہت نہ ہو وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ چاہت کے بغیر اللہ تعالیٰ قبول بھی نہیں کرتا، چاہت کے ساتھ وہاں پہنچتے ہیں اور دل اُس گھر والے کے ساتھ اٹک جاتا ہے۔ اپنی ساری خرابیاں، خامیاں، اپنے سارے گناہ یاد آتے ہیں اور دل کے اندر ایک شگاف سا ہو جاتا ہے۔ پھر وہاں سے اتنا پانی نکلتا ہے جو آنکھوں سے بہتا چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی جب دل کے اندر سے غلطیوں کا احساس اُبھرتا ہے تو آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، خوف پیدا ہوتا ہے۔ یہ دل کی روشنی ہے۔ اب دل روشن ہو گیا ناں، اُسے خرابیاں، خامیاں سب نظر آنے لگ گئیں۔ یہ ایک ٹوٹا ہوا دل ہے جس سے رب کا تعلق پھوٹ رہا ہے۔

ایٹم میں دیکھیں، ایٹم کو جب توڑا گیا تو کیا نکلا؟ قوت، Energy۔ قوت کیا ہے؟ light، روشنی، نور۔ اقبال کہتا ہے:

؎ لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دِل چیریں

سورج کے اندر بھی یہی کام جاری وساری ہیں۔ سورج میں کیا ہو رہا ہے؟ ایٹم ٹوٹ

رہے ہیں۔ Atomic energy، اِس کی روشنی ہم تک پہنچتی ہے۔ساری دنیا کی ایک ایک چیز پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہمیں جس نے پیدا کیا بامقصد پیدا کیا، اُس نے ہمیں ہمارے جینے کے لیے ایک قانون، اصول، ضابطہ دیا۔ دنیا میں ہر چیز کے اندر ایک رب کا تصوّر ملتا ہے، سینے میں کتنے دل ہیں؟ ایک قوت، پاور کا مرکز ہمیشہ ایک ہوتا ہے۔ جیسے ایٹم کا نیوکلس ایک ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ہے۔ اسی ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر ایک کا تعلق ہے لیکن یہ تعلق سب کا اپنا اپنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کس قدر صفات اور اختیارات ہیں۔ وہ تو کامل ذات ہے لیکن اُس ذات کے ساتھ تعلق کی وجہ سے دل روشن ہوتا ہے، جیسے دیے سے دیا جلتا ہے ناں تو اللہ تعالیٰ کے نور کی وجہ سے انسان کا دل روشن ہوتا ہے۔ یہ انسان کا اپنے رب سے تعلق ہے۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ

2۔ انسان مخلوق ہے:

اُسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ وہ نہیں تھا، اب ہے، نہیں رہے گا، پھر ہوگا۔ یہ چار مراحل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (البقرہ:28)

”کیسے تم اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے، اُس نے تمہیں زندہ کیا، پھر وہ تمہیں مارے گا، پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے“۔

یہ انسان کی پوری زندگی کی کہانی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اُسے اختیار دے دیا۔ چاہو تو اپنی فطرت پر لوٹ آؤ، رب کا راستہ اختیار کر لو اور چاہو تو اِس راستے سے

نکل جاؤ۔ یہی انسان کا امتحان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جیسے ہمیں مٹی سے بنایا تو اسے ہم سے کسی طرح کی مدد کی ضرورت نہیں تھی، اُس نے ہی ہمیں یہ شکل عطا کی۔ اب ہم نے اپنے ایمان کے بارے میں یہ کوشش کرنی ہے کہ ہم اپنی معنوی شکل بنالیں، وہ شکل، وہ حیات، وہ چہرہ جو جنت میں ہمیں ملنے والا ہے۔ جنت میں جس کے ساتھ ہمیں بسایا جائے گا، ہماری شخصیت وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے پیمانے میں ڈھلی ہوگی۔ اس کے بغیر جنت نہیں ملے گی، ملنا ناممکن ہے۔ اپنی مرضی کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ انسان خواہش کے پیچھے بھاگنا چاہیں تو بھاگ سکتے ہیں لیکن یہ انسان کا امتحان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان چاہے تو رب کے لیے بھاگ سکتا ہے، بس اتنی سی کہانی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے۔ جب آیا تھا صحیح شکل لے کر آیا تھا، جب جانا ہے تو خُلق لے کر جانا ہے۔ اس خُلق کے لیے امتحان ہے۔ اِن عادات کو اپنانے میں امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

''اُس نے موت اور زندگی کو بنایا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون نیک عمل کرنے والا ہے''۔

خَلَقَ　　　　''اُس نے پیدا کیا''۔

جیسے زندگی کی تخلیق ہے ایسے ہی موت کی بھی تخلیق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی موت کو تخلیق کیا ہے۔

لِیَبْلُوَکُمْ　　　　تاکہ اِبتلا / امتحان میں مبتلا کر دے۔

اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا　　　　''تم سب میں سے کون ہے؟''

اَحْسَنُ　　　　　　　　　　　''سب سے اچھا''۔

عَمَلًا　　　　　　　　　　　''عمل''۔اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟

انسان نے اِس دنیا میں کیا کرنا ہے؟ یہی انسان کا امتحان ہے اور اِس امتحان میں اُسے کامیابی حاصل کرنی ہے۔انسان Testing phase میں ہے۔ بیرونی ڈھانچہ موجود ہو تو اگر اُس کے اندر اُس کی اصل روح موجود نہیں ہے تو اُس کے وجود کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مثلاً ایک پوری شکل وصورت والا بچہ ماں کے پیٹ سے جنم لیتا ہے، بظاہر اُس کا جسم کامل ہے لیکن اُس کے اندر روح نہیں ہے، پھر وہ کیا رہ جاتا ہے؟ مٹی۔ پھر اُس کا کیا کرتے ہیں؟ اُس کو مٹی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی انسان کو زندگی کا وقت بطور امانت ملا ہوا ہے، اگر اِس کے باوجود اُس نے اپنے آپ کو جنت کے قابل نہ بنایا تو مٹی میں جانے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے پر اپنی عادات، اپنے رویوں کی وجہ سے آگ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اِس آگ سے بچنا ہی امتحان ہے۔

3۔ وحی:

تیسری حقیقت وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے خُلق کے لیے، دنیا میں اچھے اعمال اپنانے کے لیے ہمیں صرف ہماری عقل پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ وحی بھیجی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات، پھر انسان اور پھر تیسری چیز وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی ہے اور ان کے بعد کس کے پاس آئی؟ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی اسی طرح سب سے آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآنِ حکیم کی شکل میں آخری وحی نازل کی ہے۔

وحی کی دو اقسام ہیں: وحی متلو جس کی تلاوت کرتے ہیں اور وحی غیر متلو جس کی تلاوت نہیں کرتے یعنی رسول اللہ ﷺ کی سنت۔ اللہ کا کلام آج ہمارے پاس دو صورتوں میں

موجود ہے: ایک اللہ کی کتاب اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کی حدیث۔ یہ دونوں صورتیں ہی ہماری رہنمائی کے لیے ناگزیر ہیں۔ دنیا میں ہم ان کے بغیر صحیح زندگی گزارنے کا تصور نہیں کرسکتے اور آخرت میں تو جنت میں جانے کے لیے تو تصور بالکل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ ہر بات عجیب لگے کہ ہمیں تو جنت جانے کے لیے، اپنے وجود کے لیے، اپنی شکل کے لیے کلام چاہیے ورنہ تو ہم بے شکل کے رہ جائیں گے اور کوئی بے شکل کا انسان جنت نہیں جائے گا۔ ہمارا کوئی روحانی وجود نہیں ہوگا تو جنت کیسے جائیں گے؟ معنوی وجود نہیں ہوگا تو جنت کیسے جائیں گے؟ لہٰذا بنیادی مواد مہیا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ انسان کا یہ امتحان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام بھیج دیا اور یہ بھی بتادیا کہ جیسے مٹی کا انجام ہے ایسے ہی کلام کا بھی انجام ہے۔

دنیا کا مال، دنیا کے تعلقات، دنیا کی محبتیں انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور رب اپنی طرف بلاتا ہے۔ یہ مادیت اور رُوحانیت کی کشمکش ہے، کھینچا تانی ہے، رسہ کشی ہے۔ مٹی اپنی طرف کھینچتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف بلاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ بلاتا ہے تو کیا دکھاتا ہے؟ سلامتی کا راستہ جو ہمیں کہاں تک لے جائے گا؟ دارالسلام تک، سلامتی کے گھر تک۔ دارالسلام جنت کا نام ہے۔ لہٰذا علمِ وحی ہماری بنیادی ضرورت ہے، اس کے ساتھ ہماری شخصیت بنے گی اور اُسی شخصیت کو جنت میں بسایا جائے گا۔

ایک انسان اپنی زندگی میں کوشش کرے یا نہ کرے، مٹی کو تو اپنے انجام تک پہنچ کے ہی رہنا ہے۔ مٹی کو جب موت آگئی تو زندہ وجود تو ختم ہوگیا، ساری کوششیں جو مٹی کے لیے، دنیا کی محبت کے لیے کی تھیں ختم ہوگئیں، موت کے ساتھ ہر چیز ختم ہوگئی لیکن اس مٹی کے وجود کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو روحِ نبوت بھیجی، یعنی کلامِ الٰہی، اِس کی وجہ سے انسان کو ایک ایسی حیات ملنے والی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی، جو ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گی۔ لہٰذا کلام کہاں لے

جاتا ہے؟ دارُالسلام تک، دارُالخلد تک، ہیشگی کے گھر تک اور اِس کے مقابلے میں مٹی کی محبت کہاں لے جاتی ہے؟ آگ میں، عذاب میں۔

دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر ہم پر یہ واضح کیا کہ انسان ہر موڑ پر، سوچتے ہوئے، کہتے ہوئے، سنتے ہوئے، دیکھتے ہوئے، اعضاء سے کام کرتے ہوئے امتحان میں ہے۔ یہ ابتلاء ہے، آزمائش ہے کہ انسان نے دو چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ پورا کلام، پورا قرآن کیا بنا سکھاتا ہے؟ متقی۔ لہٰذا تقویٰ بنیادی چیز ہے اور کلام متقی بنانا چاہتا ہے اور اگر کلام کی بجائے انسان دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ کہاں تک پہنچ سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سب سے گرے ہوئے درجے یعنی فجور تک۔ سب سے گرا ہوا انسان وہ ہے جو فاجر ہے۔

4۔ تقویٰ یا فجور:

اخلاق کی جب بات آئے گی تو یہ اِن دو چیزوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے: تقویٰ یا فجور۔ ہر سوچ یا تو تقویٰ تک لے جاتی ہے یا فجور تک۔ تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور فجور اللہ تعالیٰ سے بے خوفی ہے۔ یہ وہ رویے ہیں جہاں تک ہم آن پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف یا اللہ تعالیٰ سے بے خوفی!

اللہ تعالیٰ کا خوف ایک انسان کے اندر کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ نیت سے، ارادے سے، ارادے کے بغیر نہیں، حسنِ نیت، خیر کا ارادہ اور اللہ تعالیٰ سے بے خوفی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

یہ بات بڑی خاص ہے، Flow chart کی شکل میں دیکھیں:

تقویٰ	فجور
خیر کا ارادہ	برائی کا ارادہ
حسنِ نیت	بری نیت

اخلاق کی بنیاد ایمان ہے، ایمان کے لیے کلام کی ضرورت ہے اور کلام سے تقویٰ پیدا ہوسکتا ہے۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے یہ انتظام کیا کہ اُسے عقل عطا کی، اچھائی برائی کی پہچان قدرتی طور پر دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا (الشمس:8)

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو اُس کا تقویٰ اور اُس کا فجور دونوں عطا کر دیے ہیں"۔

اُس کے لیے بہتر کیا ہے؟ اُس کے لیے خراب کیا ہے؟ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اُس کو الہام کر دیا۔ ہر انسان کے اندر تقویٰ اور فجور کی شناخت موجود ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انتظام موجود ہے: عقل، تقویٰ اور فجور کا الہام فطری چیز ہے۔

کچھ چیزیں تو انسان کے اپنے اندر ہوتی ہیں، وہ متقی بھی بن سکتا ہے اور فاجر بھی۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو باہر سے مدد کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر فجور کو شیطان support کرتا ہے۔ اگر انسان ایک بُری نیت کر لے، مثلاً یہی نیت کر لے کہ میری فلاں مجبوری ہے جس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو سیکھنے کے قابل نہیں ہوں، یہ بُری نیت ہے، بُرا ارادہ ہے، اب کیا ہوگا؟ باہر سے شیاطین کی support ملے گی، جنات میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی۔ کبھی اپنے پیارے شیطان بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اِسی طرح باہر سے! ایک طرف بیرونی طور پر شیطان فجور کی مدد کر رہا ہے اور دوسری طرف تقویٰ کو کون مدد دیتا ہے؟ انبیاء علیہم السلام اور اُن کے بعد کون؟ داعی الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے)۔

کیا اب بھی ہم یہ کہیں گے کہ داعی الی اللہ کی بھی اس دنیا میں کوئی ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے دعوت دینے والے کو اپنا مددگار کیوں کہا ہے؟ یہ اسی لیے ہے کہ جو کام شیطان کر رہا ہے تو اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہی اُٹھایا ہے۔

5۔ دعوت:

پانچواں عمل ہے دعوت۔ دعوت الی اللہ کیا ہے؟ تقویٰ کی ترغیب اور عذاب کا ڈراوا۔ تقویٰ کی ترغیب کیا ہے؟ دنیا کی سعادت، خوش بختی اور آخرت کی نجات۔ یہ ترغیب ہی تو ہے کہ دنیا میں ایسی زندگی گزاریں کہ جس کی وجہ سے دنیا میں بھی اطمینان والی زندگی ہوگی اور آخرت میں بھی نجات اور کامیابی ملے گی اور دوسری طرف عذاب کا ڈراوا ہے کہ اگر تقویٰ کی زندگی اختیار نہ کی تو دنیا کی بدبختی اور آخرت کا عذاب ہے، شقاوت۔ جیسے اہلِ جہنم کہیں گے:

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا (المؤمنون:106)

''اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی''۔

جانتے ہیں بدبختی کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟ بری نیت سے۔ ایک بار کوئی بری سوچ ذہن میں لے آئیں تو اگلا کام شروع ہو جاتا ہے۔

اب تک ہم پانچ چیزیں دیکھ چکے ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

2۔ انسان مخلوق ہے اور انسان کا امتحان ہے۔

3۔ وحی۔

4۔ انسان کا تقویٰ اور فجور۔

5۔ دعوت

دنیا میں انسان کے لیے دو طرح کی دعوت ہوتی ہے: ایک طرف داعی الی اللہ ہیں انبیاء علیہم السلام اور دوسری طرف داعی الی النار ہیں شیطان اور برائی کی طرف بلانے والے۔ شیطان کی دعوت ایک ہی ہے، جس روپ میں بھی آئے وہ آگ کی دعوت ہے، عذاب کی دعوت ہے اور پھر انسان کتنا نادان ہے کہ شیطان کی دعوت قبول کر لیتا ہے کیونکہ شیطان برے عمل

کو خوش نما بنا کر دکھاتا ہے۔

6۔علم:

ہر انسان کو تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے کے لیے علم کی ضرورت ہے۔اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو وحی دے کر بھیجا ہے.چونکہ علم انسان کی ضرورت ہے،اب علم کے حصول کے لیے سماعت چاہیے،بصارت چاہیے اور قلب چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں فرمایا:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

(بنی اسرائیل:36)

”یقیناً آنکھ،کان اور دل سب ہی کی باز پُرس ہونی ہے“۔

ہر ایک سے سوال کیا جائے گا کہ کتنا علم حاصل کیا؟ کتنا عمل کیا؟علم اور عمل کے لیے کلام کی ضرورت ہے۔اس کے لیے

کلام کو سننا ہے۔

کلام کو دیکھنا ہے۔

کلام کو پڑھنا ہے۔

اور غور وفکر کر کے اس کو اپنے دل میں اپنی زندگی میں جگہ دینی ہے۔

7۔عقل:

علم کے لیے جس چیز کی ضرورت ہے وہ عقل ہے۔عقل ہی کے توسط سے انسان کو حکمت ملتی ہے۔زندگی کی کہانی اُسی کو سمجھ آتی ہے جو عقل رکھتا ہو۔عقل کا کیا کام ہے؟

1۔تفکر (غور وفکر)۔

2۔تدبّر (اللہ تعالیٰ کے کلام کا پیچھا کرنا، بار بار سوچنا)۔

انسان غور وفکر شروع کرتا ہے تو اس کی وجہ سے کلام کے پیچھے لگ جاتا ہے، چیز کی تہہ تک پہنچتا ہے، جو معاملات بتائے گئے ان کی حقیقت تک پہنچتا ہے۔

3۔اُمید۔

اس کے بغیر ایک انسان کی عقل کام نہیں کر سکتی۔ جو لوگ ڈپریشن میں مبتلا ہوتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ڈپریشن کیا ہے؟ نا اُمیدی کی انتہاء جو عقل کو ختم کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ

(الزمر:53)

’’(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دو: اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ‘‘۔

یہ بنیادی مواد ہے۔ اُمید انسان کی مدد کرتی ہے، اُس کی عقل کو support کرتی ہے، پھر عقل سے انسان علم حاصل کرتا ہے، پھر علم سے وہ تقویٰ تک، خشیت تک، اللہ تعالیٰ کے خوف تک پہنچتا ہے۔

4۔بصیرت [insight]:

بصیرت انسان کے اندر کی روشنی ہے۔ اندر کچھ ہوگا تو روشنی ہوگی، باہر بصارت سے کچھ دیکھا ہوگا تو ہی اندر بصیرت آئے گی۔ بصیرت باہر سے کوشش کیے بغیر نہیں آتی، یہ اندر کی ایک کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انسان کے لیے یہ بہت بڑا تحفہ ہے کہ وہ اشیاء کی حقیقت اور ماہیت کو سمجھنا شروع کر دے۔ جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتا ہے اُس

کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:69)

''انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے''۔

یہ راستہ کہاں سے دکھائی دیتا ہے؟، بصیرت [insight] سے اللہ تعالیٰ اندر ایک فرقان رکھ دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ صحیح اور غلط کے لیے ایک کسوٹی دیتا ہے۔

5۔ بیداری:

مراد دل کا جاگ جانا ہے۔ عقل تب کام کرتی ہے جب دل جاگ جائے اور بیداری کے مقابلے میں عقل کو ختم کرنے والی کیا چیز ہے؟ غفلت۔ انسان کا دل کیسے بیدار ہوتا ہے؟ تفکر اور تدبر سے، اُمید سے، بصیرت سے ایک انسان کا دل بیدار ہو جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي (بخاری:1147)

''میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل جاگتا ہے''۔

یہ دل کیسے جاگتا ہے؟ تعلق سے، تفکر سے، تدبر سے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق سے، اپنے انجام کی فکر سے، اسے سامنے رکھنے سے۔

6۔ اعتبار [confidence]:

عقل انسان کو توکل سکھاتی ہے۔ توکل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ۔ یہ بے حد ضروری ہے، اس کے بغیر ایک انسان اسلام قبول کر ہی نہیں سکتا۔

یہ چھ چیزیں ہیں جو انسان کو حکمت عطا کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (البقرہ:269)

’’اور جس کو حکمت ملی اُسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی‘‘۔

خیرِ کثیر سے مراد ہے بہترین بھلائیاں اور بہترین بھلائی کیا ہے؟ خُلق۔ ایک انسان اچھی عادت حکمت سے اپناتا ہے، اُسے سمجھ آجاتی ہے کہ یہی میری سب سے بڑی ضرورت ہے۔

8۔ اسلام:

یہ اندر کی تبدیلی کا نام ہے کہ ایک انسان اپنے سارے معاملات، اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(الانعام:162)

’’(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجئے: میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت (میری تمام قربانیاں)، میرا مرنا، اور میرا جینا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے‘‘۔

اسلام کس چیز کا نام ہے؟ سپردگی کا، حوالگی کا۔ یہ کہ ایک انسان اپنے مال پہ اپنا نہیں اپنے رب کا حق سمجھ لے، اپنی صلاحیتوں پہ اپنا نہیں اپنے رب کا حق، قوتوں پہ اپنا نہیں اپنے رب کا حق تسلیم کر لے، پھر فیصلہ کسی اور سے نہیں لینا، فیصلہ پھر اللہ تعالیٰ سے ہی لینا ہے۔ جہاں بھی فیصلہ کن موڑ آئے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یاد کر لینا چاہیے۔ اُنہوں نے کہا تھا:

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (الصٰفٰت:99)

’’میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں‘‘۔

اللہ تعالیٰ کی طرف ایک انسان کیسے جاسکتا ہے؟ عقل سے، شعور سے، پھر انسان اللہ تعالیٰ سے فیصلے لیتا ہے۔ اسلام اندر کی یہ تبدیلی لاتا ہے۔ انسان کے اندر دو طرح کی تبدیلیاں آتی ہیں:

a۔تقویٰ۔

b۔فجور۔

جواسلام قبول کرتا ہے، اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہے، وہ متقی بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہے اور جو ایسا اسلام قبول کرے کہ جس میں وہ اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے نہیں کرتا تو وہ فجور کے راستے پر چل نکلتا ہے۔اگر لوگ سوال کرتے ہیں کہ سب لوگ اسلام قبول کرتے ہیں، پھر اتنے نافرمانی کے کام کیسے کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ اپنے آپ کو رب کے حوالے نہیں کرتے۔

ہم نے سب سے پہلا کام کیا کیا ہے؟ مثلاً اس کورس ہی کو جوائن کرتے ہوئے خود کو سپرد کر دیا ہے الحمدللہ۔اگر سپردگی نہ ہوتی پھر یہ سب کچھ سیکھنا ممکن نہ ہوتا۔یہ سپردگی اسلام ہے۔

9۔دین:

اسلام قبول کرنے کے بعد انسان دین کے راستے پہ آتا ہے۔

10۔ایمان:

یہ انسان کی فطرت ہے۔یقین کر لینا فطرت ہے اور شک کرنا فطرت کے خلاف ہے۔ جو انسان شک کرتے ہیں کیسے وہ رب کے راستے سے نکل جاتے ہیں! اور ان کی دنیا کی زندگی بھی برباد ہو جاتی ہے۔شک انسان کو tension اضطراب میں مبتلا کرتا ہے، tension انسان کو ڈپریشن کی طرف لے جاتا ہے، شک تو کانٹا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں سب سے پہلے اِس کو دُور کرتے ہیں۔فرمایا:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (البقرہ:2)

''یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں''۔

ایمان تو فطرت ہے۔ جو انسان ایمان قبول کرتا ہے، یقین کے لیے کوششیں کرتا ہے، وہ اپنی فطرت پر رہتا ہے اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (الروم:30)

''اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا''۔

ایمان کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ کیا ہیں؟ عقل میں، شعور میں، ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کی موجودگی کا یقین ہو۔ جو انسان اپنی سوچ میں، اپنے احساس میں کسی موقع پر اللہ تعالیٰ کو موجود نہیں پاتا تو اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ (الحشر:19)

''اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کی جانیں بھلا دیں''۔

یہ اللہ تعالیٰ کا انتقام ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر انسان کو اُس کی جان بھلا دیتا ہے اور انسان فطرت پر نہیں رہتا ہے کیونکہ وہ ایمان پر نہیں ہے، ایمان پر ہوگا تو ہی فطرت پر ہوگا۔ اگر ایمان نہیں ہے تو یقین ہی نہیں ہے، اگر تو اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق اندر موجود نہیں ہے اور کسی وقت بھی یہ لوڈ شیڈنگ ہوگئی تو عین اس وقت آپ کا ایمان کے ساتھ کیا رشتہ ہوگا؟ اگر circuit ٹوٹ جائے تو دوبارہ مشکل سے جڑتا ہے، تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ رشتہ کیسے ٹوٹتا ہے؟ اُس کے لیے کون کوشش کرتا ہے؟ ایک قوت باہر ہے اور ایک اندر ہے۔ باہر کون ہے؟ شیطان، وسوسے کے ذریعے کوشش کرتا ہے اور اندر کون ہے؟ نفس۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (یوسف:53)

''یقیناً نفس برائی پر آمادہ کرتا ہے''۔

ایمان کے لیے کس چیز کی ضرورت ہے؟ مادی زندگی کی، مادی وجود کی کیونکہ ایمان کو ایسا وجود چاہیے جس سے ایمان کا اظہار ہو۔ اگر ہمارے اِردگرد کوئی بلب، ٹیوب لائٹ یا کوئی سرچ لائٹ نہ ہو تو کیا روشنی ہو جائے گی؟ روشنی کیسے ہوتی ہے؟ ایک مادی وجود سے۔ لہٰذا ایک انسان کا مادی وجود بھی چاہیے اور پھر ایک اجتماعی زندگی ہے، انسان کے مادی وجود کا دوسرے انسان کے وجود کے ساتھ تعلق ہے، یہ interpersonal relationship ہے، آپس کا تعلق ہے جس کے لیے انسان کی عادات اپنا کردار ادا کرتی ہیں، جس کے لیے systems بنتے ہیں مثلاً انسانوں کے درمیان کوئی اختلاف، کوئی جھگڑا ہو تو پھر کیا چاہیے؟ ''انصاف مہیا کرنے کے لیے سسٹم''۔ ایمان انسان کو فطرت کے قریب کرتا ہے اور فطرت کے قریب کرنے کے لیے فکر، اجتماعیت، وجدان، مادی زندگی اور جمال[Aesthetic sense] کردار ادا کرتے ہیں۔

11۔احسان:

احسان حُسن سے ہے۔ کسی کام کو خوبی کے ساتھ انجام دینا احسان ہے اور احسان ہمیشہ اُمید اور خوف کے بین بین ہوتا ہے۔ یہ ایمان کی اگلی اسٹیج ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے سوالات کیے:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ ﷺ بَارِزًا یَوْمًا لِلنَّاسِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ : مَا الْاِیْمَانُ ؟ قَالَ : اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِکَتِهِ وَبِلِقَآئِهِ وَبِرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ قَالَ : مَا الْاِحْسَانُ ؟ اَنْ تَعْبُدُوا اللهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ (بخاری:50)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کے

کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے وجود اور اُس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اُس کے فرشتوں کے وجود پر اور اُس کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اُس کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اُس نے احسان کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اِس طرح کرو گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے''۔

12۔عبادت:

ایمان کو جو چیز قوی [strengthen] کرتی ہے وہ عبادت ہے۔عبادت کی قوت چاہیے اور انسان کس چیز سے عبادت کرتا ہے؟ اپنے قلب سے، اپنی عقل سے، اپنے اعضاء سے، اپنی زبان سے۔عبادت میں ایک انسان کے دل کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے؟ عبادت کے لیے خشیت چاہیے۔خشیت اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف ہے جس کی وجہ سے انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتا ہے۔اس کا مطلب ہے

عبادت کے لیے دل کی توجہ بھی چاہیے۔
عبادت کے لیے عقل کی توجہ بھی چاہیے۔
عبادت کے لیے اعضاء کی توجہ بھی چاہیے۔
اور عبادت کے لیے زبان کی توجہ بھی چاہیے۔

الحمدللہ یہ بارہ پوائنٹس آپ کے بارہ مہینوں کے لیے base line ہیں۔

ہم نے اب تک بارہ چیزیں دیکھیں:

1۔اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

2۔انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔

انسان کی زندگی کے چار بنیادی حقائق[Facts] کیا ہیں؟نہیں تھا،اب ہے،نہیں ہو گا،پھر ہوگا۔پہلی موت،پہلی حیات،دوسری موت،دوسری حیات۔انسان اِن چار مراحل میں سے ایک سے گزر چکا،دوسرے سے گزر رہا ہے اور دو مراحل آنے والے ہیں۔یہ چار مراحل انسان کے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟اِس زندگی میں انسان کی کیا پوزیشن ہے؟ انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہاں پر کس مقصد کے لیے بھیجا؟اس معاملے میں خود اللہ تعالیٰ نے حقیقت واضح فرمائی:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:2)

''تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ کون تم میں سے بہتر عمل کرنے والا ہے''۔

3۔وحی:

وحی کیوں آئی؟انسان کی رہنمائی کے لیے۔کس پر آئی؟انبیاء علیہم السلام پر۔آخری وحی کس پہ آئی؟محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔وحی کی دو اقسام ہیں:

1۔وحیِ متلو(قرآن)　　　　　2۔وحیِ غیر متلو(حدیثِ رسول ﷺ)۔

4۔تقویٰ اور فجور:

دنیا میں بھیجنے سے پہلے انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (الشمس:)

''انسان کو اُس کا تقویٰ اور اُس کا فجور الہام کر دیا''۔

ایک مثال سے آپ فجور کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنا بڑا جرم ہے؟ مثلاً زنا کرنا جرم ہے لیکن اگر اپنی ماں یا بہن کے ساتھ کیا جائے تو بہت بڑا جرم بن جاتا ہے اور اگر ہمسائے کی بیوی کے ساتھ کیا جائے تو اور بھی زیادہ بڑا جرم ہے اور اگر مسجد میں کیا جائے تو یہ انتہائی بڑا جرم فجور کہلاتا ہے۔وہ برائی جو اپنے ماحول، رشتے اور تعلق کی نوعیت کی وجہ سے شدید ترین یا انتہائی مقام پر پہنچتی ہے اُس کو فجور کہتے ہیں۔

تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ (وق ی) اِس کا مطلب ہے بچنا۔کس چیز سے؟ فجور سے اور فجور کہاں لے جاتا ہے؟ آگ میں۔لہٰذا آگ سے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے، فجور سے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنا ہی تقویٰ ہے۔ہم نے تقویٰ اور فجور کے حوالے سے دو اہم باتیں دیکھیں:

تقویٰ کیا ہے؟　　　　حسنِ نیت، خیر کا ارادہ۔

فجور کیا ہے؟　　　　بری نیت، برا ارادہ۔

نیت بری کیسے ہوتی ہے؟ اس کے دو خاص راستے ہیں:

1۔انسان برا کام کرنے کی نیت کرے۔

2۔انسان خیر کی نیت نہ کر سکے۔

جس وقت انسان خیر کو، بھلائی کو چھوڑتا ہے اُس وقت وہ بری نیت کر رہا ہوتا ہے۔

خیر کو چھوڑنا بذاتِ خود بری نیت ہے۔ایک انسان جو نیکی کا ارادہ نہیں کر پاتا وہ دراصل برائی کا ارادہ کر رہا ہوتا ہے اور اس وقت اسے یہ سمجھ نہیں ہوتی کہ میں نے برائی کا ارادہ کیا ہے،وہ صرف یہ سوچ رہا ہوتا ہے کہ مجھ سے یہ نیکی ممکن نہیں ہوگی،نیکی کا ارادہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں لہٰذا یہ ارادہ ہی نہ کروں۔دراصل وہ اپنے ساتھ برائی کا ارادہ کر لیتا ہے۔یہ بھی فجور ہے کہ بری نیت اور برا ارادہ کر لیا جائے۔

فجور برائی کی انتہا کو کہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے تقریباً سارے اعمال ہی اُس کی دلی کیفیات اور حالات وواقعات کی وجہ سے فجور ہو جاتے ہیں۔غلطی سے ہونے والی برائی معصیت ہے لیکن جب اِس کے ساتھ سرکشی شامل ہو جاتی ہے تو وہی برائی فجور کے زمرے میں آجاتی ہے۔مثلاً جان بوجھ کر جھوٹ بولنا فجور ہے،جھوٹ کبیرہ گناہ ہے لیکن جان بوجھ کر بولنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اِس وقت اُسے احساس بھی ہے،شعور بھی ہے لیکن اُسے اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا کوئی ڈر نہیں۔

فجور کب واقع ہوتا ہے؟جس وقت انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہوتا۔آپ اس کو یوں سمجھ سکتے ہیں:تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور فجور اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر کوئی کام کرنا ہے۔

جس وقت ہم کسی اصطلاح کو Define کرتے ہیں تو ہر زاویے [angle] سے وضاحت کرتے ہیں تاکہ سمجھ آجائے۔جیسے ہم نے تقویٰ کو دیکھا کہ اِس کا بنیادی مقصد تو بچنا ہے لیکن اِس کا مطلب اللہ تعالیٰ کا خوف ہے،پرہیزگاری ہے۔اسی طرح فجور اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر برا کام کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (الشمس:8)

”ہم نے اُسے اُس کی نیکی اور بدی اِلہام کر دی“۔

اُسے تقویٰ اور فجور یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف اور بے خوفی الہام کر دیے۔انسان کو پتہ لگتا ہے خوف کے تحت کون سے کام ہوتے ہیں اور بے خوفی کے تحت کون سے کام ہوتے ہیں۔

5۔دعوت:

الہام دل کے اندر ہوتا ہے۔تقویٰ کے کام انسان خود سرانجام دیتا ہے۔انسان برے کاموں سے بچتا ہے، فجور سے بچتا ہے۔لہٰذا خود اپنی ذات کی اصلاح کرنے کے بعد دوسروں کو دعوت دینے کی ذمہ داری ہے۔

دعوت کیا ہے؟ تقویٰ کی ترغیب اور عذاب کا ڈراوا۔

تقویٰ کی ترغیب دینا کیا ہے؟ دنیا کی سعادت اور آخرت کی نجات۔

عذاب کا ڈراوا کیا ہے؟ دراصل دنیا کی بدبختی، قبر اور آخرت کے عذاب کا ڈراوا۔

6۔علم:

علم کن ذرائع سے حاصل کیا جاتا ہے؟ سماعت، بصارت اور قلب سے۔کیا ان تینوں کی پوچھ گچھ ہونے والی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل:36)

"یقیناً کان، آنکھ، دل ہر ایک کے بارے میں انسان سے پوچھا جائے گا"۔

علم کے جتنے ذرائع ہیں ان کے حوالے سے انسان کو بہت زیادہ alert رہنے کی ضرورت ہے۔

7۔عقل:

علم کے حصول کے لیے عقل کا استعمال ضروری ہے اور عقل کے استعمال کے طریقے ہیں: تدبر، تفکر، امید، بصیرت [wisdom] دیانتداری اور اعتبار۔ان چھ کاموں کے توسط

سے انسان کو کیا چیز ملتی ہے؟ حکمت۔ کیا آپ کو حکمت چاہیے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرہ:269)

''اور جسے حکمت عطا کی گئی اُسے تو بڑی دولت مل گئی''۔

انسان اچھائی کی نیت حکمت کے ساتھ، غور وفکر کے ساتھ، تدبر کے ساتھ کرتا ہے۔ ایک انسان جب برائی کی نیت کرتا ہے تو حکمت سے خالی ہوتا ہے۔ نہ غور وفکر کیا، نہ شعور سے کام لیا، نہ تدبر کیا تو ظاہر ہے پھر برا کام تو ہو ہی جاتا ہے۔

8۔ اسلام:

اِسلام کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے عقل کا استعمال اور علم کا حصول ضروری ہے، اسلام اِس کے بغیر سمجھ آنے والا نہیں ہے۔

اسلام کا مطلب ہے سپردگی اور سلامتی۔ اپنی سماعت، بصارت اور قلب کے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیے بغیر انسان نہ دنیا میں سلامت رہ سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انسان پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اسلام اندر کی تبدیلی مانگتا ہے، فقط ظاہری تبدیلی نہیں اور اندر کی تبدیلی دو طرح سے آتی ہے، تقویٰ یا فجور سے جو فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے الہام کر رکھی ہیں۔

9۔ نفس:

نفس کے حوالے سے تین کیفیات کو ہم نے دیکھا۔ انسان جب اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اُس کا نفس مطمئن ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اُس کا نفس سرکش ہوتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے اور انسان جب برائی کر گزرتا ہے تو نفس ملامت کرتا ہے۔ اِس طرح نفس کی تین کیفیات ہوئیں:

a۔ نفس امّارہ

b۔ نفس لوامہ

c۔ نفس مطمئنہ۔

10۔ ایمان:

ایمان دراصل فکر کے بدل جانے کا نام ہے۔ انسان کی فکر نہیں بدلتی تو ایمان نہیں بدلتا۔ فکر کس کے بارے میں؟ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں فکر۔ جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوچیں گے، فکر کا ایک ڈھانچہ بنے گا تو وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہوگا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے بارے میں سوچیں گے اور صحیح علم کے مطابق سوچیں گے پھر ہمارا صحیح فکری ڈھانچہ بنے گا، وہ فرشتوں پر ایمان ہوگا۔

اس طرح رسولوں کے بارے میں صحیح علم حاصل کریں گے اور اُن کے بارے میں صحیح مائنڈ سیٹنگ ہوگی تو اِس کو رسولوں پر ایمان کہیں گے۔ یہ mind setting اپنی چاہت، اپنی مرضی کی نہیں بلکہ جو رب نے بتایا اِس کے مطابق ہونی چاہیے۔

انسان کو معلومات تو ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول انسانوں کی اصلاح کے لیے آئے ہیں لیکن اِس کی فکر نہیں ہوتی۔ فکر اور معلومات [information] میں کیا فرق ہوتا ہے؟ کون سی معلومات ہیں جو انسان کی سوچ [thought] بن جاتی ہیں؟ اس کے لیے غور و فکر ہوتا ہے۔ ایک چیز انسان کی information میں آئی مثلاً کسی نے باہر بینر پڑھا ''ایڈوانس ڈپلومہ کے لیے النور انٹرنیشنل میں داخلے جاری ہیں'' معلومات مل گئیں اور وہ شخص گزر گیا۔ کیا یہ اُس کی فکر بن جائے گی؟ نہیں۔ پھر کیسے بنے گی؟ وہ اس کے بارے میں مزید معلومات لے گا کہ یہ کیا ہے؟ اِس میں کیا پڑھایا جاتا ہے؟ کتنے عرصے کا کورس ہے؟ یعنی ایک چیز کے بارے میں پتہ چلا، اس کے بعد اُس نے اس کے لیے خود سے پریشانی اٹھائی، پھر درست ذریعے [right source] سے اُس کا علم حاصل کیا، پھر اُس نے سوچا کہ یہ اس کی ضرورت ہے،

اِس طرح gradually ایک information انسان کی Thought بن جاتی ہے۔لہٰذا انفارمیشن کوسوچ[thought] بنانے کے لیے علم کی ضرورت ہے اور علم کے مطابق غوروفکر کی ضرورت ہے۔

دوسری چیز ہے وجدان [intuition]۔جس چیز پر انسان بہت غوروفکر کرتا ہے،اُس کے ایسے پہلو کھلنے شروع ہوجاتے ہیں جو عام حالات میں نہیں کھلتے۔ایمان مستقل اور مسلسل فکر کا نام ہے۔مستقل علم حاصل کرنے سے ایمان ملتا ہے اور غوروفکر کرنے سے ملتا ہے۔ انسان اپنی فکر سے اِس stage پر پہنچتا ہے جہاں اُس کے ذہن کی گرہیں کھلنی شروع ہو جاتی ہیں تب ایمان ملتا ہے۔یہ وجدان ہے۔ایمان اجتماعیت سے ملتا ہے۔اِس کی مثال یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد سب سے پہلا فریضہ صلوٰۃ کی پابندی ہے۔پانچ وقت اذان کے بعد جماعت کے ساتھ صلوٰۃ کا پڑھنا اجتماعی فعل ہے لہٰذا ایمان تو اجتماعیت سے ہی ملتا ہے۔مثال کے طور پر رمضان کے روزے الگ الگ بھی رکھے جاسکتے تھے لیکن سب کے سب اکٹھے روزہ رکھتے ہیں۔سوچیے اگر یہی روزے سال کے بارہ مہینوں میں رکھے جاتے تو کیا یہ برکتیں نصیب ہوتیں؟اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو اجتماعیت کے ساتھ منسلک کیا ہے کہ روزے اکٹھے رکھو،نماز کا وقت ایک ہے،پھر اسی طرح حج کے لیے ایک وقت مقرر کیا۔حج کے دن ایسے ہیں جن کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ (البقرۃ:197)

”حج کے مہینے تو معلوم ہیں“۔

دن بھی معلوم ہیں اور دنوں کے نام ہیں: ایامِ معلومات اور ایامِ تشریق۔ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو اجتماعیت کے اُمور کے ساتھ منسلک کیا ہے۔جتنا زیادہ انسان اجتماعی زندگی اختیار کرتا ہے اتنا ہی اُس کو ایمان ملتا ہے۔مثلاً ایک شخص اکیلا مسلمان ہے اور اُس کے

اردگرد کا پورا ماحول بالکل مخالف ہے تو کیا وہ اپنے ایمان پر برقرار رہ سکتا ہے؟ آپ لوگوں میں سے کتنے لوگ تجربہ کر چکے ہیں کہ جب اُنہوں نے اپنے گھر والوں کو دین کی دعوت نہیں دی تو اب ایمان پر برقرار رہنے میں مشکل ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ صحیح ایمان نہیں تھا جس میں دوسروں کی فکر ہی لاحق نہیں تھی۔ ایمان علم سیکھنے کے لحاظ سے، عمل کرنے کے لحاظ سے اور دعوت دینے کے لحاظ سے اجتماعیت اختیار کرنے کا نام ہے اور پورے ماحول کی درستگی کے لیے بھی ایمان کا تقاضا اجتماعیت ہے۔

اسلام اندر کی تبدیلی مانگتا ہے اور ایمان مکمل تبدیلی [total change] مانگتا ہے، اندر بھی باہر بھی کہ پورا طرزِ زندگی بدل جائے، انسان کی سوچ، اُس کے احساسات، اُس کے جذبے line up ہو جائیں اور اُس کی گفتگو، سماعت، بصارت (یعنی جو کچھ وہ دیکھتا ہے) اُس کا خُلق، اُس کے معاملات غرض یہ کہ ہر چیز تبدیل ہو جائے، معاشرتی، معاشی، سیاسی، قانونی غرض زندگی کا ہر پہلو تبدیل ہو جائے تب ایک انسان ایمان حاصل کرتا ہے۔ ایمان کوئی سادہ سی چیز نہیں ہے، پوری زندگی کی کوشش ہے۔ ایک لمحے کے لیے انسان رب کی یاد سے غافل ہو تو لگتا ہے ایمان لٹ گیا۔

11۔ احسان:

احسان کسے کہتے ہیں؟ کسی کام کو حسن وخوبی سے انجام دینا، کسی کام کو احسن طریقے سے کیسے کیا جا سکتا ہے؟ آپ چاہتے ہیں کہ میں احسان کی روش پر قائم ہو جاؤں، زیادہ اچھے طریقے سے کام کروں تو آپ کو کس چیز کی ضرورت ہوگی؟ اُمید اور خوف کی۔ جب بھی کوئی کام کرنا ہے اُمید اور خوف کے بین بین رہنا ہے۔ ایک کام کو شروع کرتے ہوئے، اُسے انجام دیتے ہوئے، پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہوئے ایک انسان کی ذہنی اور قلبی کیفیت کیسی ہونی چاہیے؟ اللہ تعالیٰ سے اُمید باندھے رکھے۔ اُمید باندھنے والا کیا کرتا ہے؟ نظریں رب پر لگاتا ہے

اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کرتا ہے، دعائیں کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرٰهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرٰهُ فَاِنَّهُ يَرٰكَ (صحیح مسلم:99)

''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہو، پھر اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے''۔

آپ جب رب کی طرف نظریں لگاتے ہیں تو آپ بہترین عبادت کر رہے ہیں، عبادت کا حسن یہی ہے۔ اگر آپ نظریں نہیں لگا پا رہے تو اللہ تعالیٰ کی نظروں کو ضرور محسوس کرنا شروع کر دیں۔ آپ دیکھیں جب انسان کسی پہ نظریں لگاتا ہے تو اُمید ہوتی ہے اور جب کسی کی نظروں کو محسوس کرتا ہے تو خوف آتا ہے۔ اب اُمید اور خوف کی بات clear ہو گئی؟

آپ کون سا رویہ زیادہ اختیار کرنا چاہتے ہیں؟ یعنی دعوت دیتے ہوئے، گھر سے نکلتے ہوئے، راستے میں جاتے ہوئے، کسی سے بات کرتے ہوئے، کوئی پروگرام رکھواتے ہوئے، کسی پروگرام کی مینجمنٹ کرتے ہوئے، اپنے دل اور اپنے ذہن کو کہاں رکھنا چاہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر لگائے ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف نظریں لگانے والا سارا وقت کیا کرے گا؟ دعائیں کرے گا، فکر لگی ہوگی کہ یا اللہ! آپ میری مدد کرنا، آپ اِس کوشش کو قبول کر لینا، اپنے راستے پہ چلانا، آپ مجھے توفیق دینا، میری بات میں تاثیر پیدا کر دینا، میرے لیے آسانیاں پیدا کر دینا، میری مشکلات کو دُور کر دینا، میری ذات کو فتنہ نہ بنانا، مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دینا، میری بات کا جواب دے دینا۔

دعوت کا حسن یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف نظریں لگائے رکھے۔ اپنے آپ کو صرف اُمید کی حالت میں رکھنے سے انسان بعض اوقات قابو میں نہیں رہتا۔ خود پر اللہ تعالیٰ کی نظروں کو محسوس کریں پھر خوف آتا ہے۔ اُمید اور خوف کے بین بین رہنے سے

ہی دراصل کسی کام کے اندر خوبی پیدا ہوتی ہے۔ اگر خوف زیادہ ہو گیا کہ ہائے پتہ نہیں یہ کام کیسے ہوگا تو کس کی طرف دیکھا؟ اپنی طرف اور اپنی طرف دیکھنے کا مطلب کیا ہے؟ شرک، اپنی طرف دیکھا تو شرک کیا، اپنی فطرت سے نیچے آگئے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھا پھر اپنی فطرت پر آگئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے سے ہی تو دل کے اندر اُمید پیدا ہوتی کہ کام کس طرح کرنا ہے؟ مثلاً آپ نے سیرتِ رسول ﷺ پڑھنی ہے تو کیسے پڑھیں گے؟ نظریں کس کی طرف لگانی ہیں؟ رب کی طرف۔ normally انسان کس کی طرف نظریں لگاتا ہے؟ کہتا ہے پتہ نہیں والدین اجازت دیں گے یا نہیں، شوہر اجازت دیں گے یا نہیں، بچوں کا کیا ہوگا؟ حالانکہ میں بھی اپنے شوہر، بچوں اور ماں کے ہوتے ہوئے اسی راستے پر ہوں، اللہ تعالیٰ نے موقع عطا کیا ہے الحمدللہ۔ یہ زیادہ اچھی جگہ ہے یا ہر وقت یہ فکر کہ کس کو کیا کھلا دیں؟ کیا پلا دیں؟ دونوں ہی کام کرنے والے ہیں لیکن زندگی کے توازن کے لیے ساری ذمہ داریوں کو نبھانا ضروری ہے۔ لہٰذا کس کی طرف دیکھنا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف انشاء اللہ تعالیٰ۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان جب کوئی بھی کام کرنے لگتا ہے تو اُس کی نظر لوگوں کی طرف لگ جاتی ہے۔ ساری زندگی ایک ہی کام سیکھا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے،؟ ساری زندگی گھر والوں نے شرک سکھایا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ لوگ کیا کہیں گے؟ اب آپ احسان کی سٹیج پہ آجایئے یعنی یہ سوچنے کہ رب کیا کہے گا؟ رب کیسا محسوس کرے گا؟ افضل کیا ہے؟ رب کی ذات۔

احسان کی stage پر انسان کب آسکتا ہے؟ جب وہ محسوس کرے کہ اُوپر رب ہے اور نیچے بندہ، درمیان میں کوئی اور آیا تو احسان کی سٹیج سے نیچے اتر جائیں گے اور انسان اُتر کر کہاں چلا جاتا ہے؟ پھر کون سا راستہ ہوتا ہے؟ جہنم کا راستہ، اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا راستہ،

غضب کا راستہ۔

12۔عبادت:

عبادت میں کس کس چیز کا استعمال ہوتا ہے؟ زبان کا، قلب کا، اعضاء کا۔ بات دل کی ہو، اعضاء کی ہو یا زبان کی، تینوں میں یہ قدرِ مشترک ہے۔آپ اَخلاق کے طالبِ علم ہیں الحمدللہ، خُلق سیکھنا ہے تو سب سے پہلے یہ جاننا ہوگا کہ

انسانی زندگی میں قلب کی کیا حیثیت ہے؟

انسانی زندگی میں اُس کے جوارح کی کیا حیثیت ہے؟

اُس کی زبان کی کیا حیثیت ہے؟

اگر دیکھیں تو بنیادی طور پر تو انسان اِنہی تین کا مجموعہ ہے۔انسان اپنی زبان سے communicate کرتا ہے، دل سے سوچتا ہے اور اعضاء سے کوئی نہ کوئی عمل کرتا ہے۔ اُس کا ایک رشتہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ، ایک دل ہی دل میں، اندر ہی اندر خود اپنے نفس کے ساتھ اور ایک دل کا رشتہ ہے مَعَ الْغَیر (دوسروں کے ساتھ) یعنی جتنے بھی انسان ہیں اُن کے ساتھ ایک تعلق ہوتا ہے۔تین حالتیں ضرور ہوتی ہیں:

a. مَعَ اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ)

b. مَعَ النَّفس (اپنے نفس کے ساتھ)

c. مَعَ الْغَیر (دوسروں کے ساتھ)

اب آپ اپنے قلب کی کیفیت بتایئے، اِس وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا تعلق ہے؟ سنتے ہوئے، پڑھتے ہوئے، دیکھتے ہوئے، ماحول کے اندر رہتے ہوئے؟ ہم اللہ تعالیٰ سے کیا بات چیت کر رہے ہوتے ہیں؟ مع اللّٰہ ۔آپ اگر اس کو physically دیکھیں: ایک چیز کا ہونا الگ معنی رکھتا ہے۔مثال کے طور پر یہ ایک مائیک ہے۔اِس کی ایک تار mixer

میں جارہی ہے تو اس کا ایک تعلق mixer کے ساتھ ہے۔ mixer سے آگے ایک تعلق ہے کمپیوٹر کے ساتھ، ایک تعلق ہے ہارڈ ڈسک ریکارڈر کے ساتھ۔ فرض کریں اگر mixer کو off کر دیں، پھر کیا ہوگا، کیا آواز آئے گی؟ نہیں۔ اِسی لیے ہماری زندگیوں سے رب کی آواز نہیں آتی کیونکہ ہم تار کو اُتار کے ہی رکھتے ہیں، دل ہی دل میں رب کے ساتھ جو بات کرنی ہوتی ہے ہم وہ بات نہیں کرتے، اپنے دل کو سنبھالنے کے لیے ہر وقت رب سے دل ہی دل میں گزارشیں نہیں کرتے۔

قلب کی حالت اللہ تعالیٰ کے تعلق سے بدلتی ہے مثلاً سنتے ہوئے بھی ایک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلب کا رشتہ ہے، دوسرا اپنے نفس کے ساتھ اور تیسرا دوسروں کے ساتھ ہونا چاہیے۔ جس وقت ایک انسان غلطی کرتا ہے، کیا اس وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کا رشتہ قائم رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے؟ کٹ جاتا ہے۔ اِسی طرح اپنے نفس کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ کس نوعیت کا ہوتا ہے؟ نفس کہاں کھڑا ہو جاتا ہے؟ نفسِ امارہ بن جاتا ہے، سرکش نفس۔ تبدیلی آگئی، ایک بات سے تبدیلی آتی ہے۔ ایک بات اگر جنت تک لے کر جا سکتی ہے تو ایک بات انسان کو جہنم تک بھی لے کر جا سکتی ہے۔ عین اس وقت دل پر اثرات بھی ہو رہے ہیں، بات کے سنتے ہوئے، کرتے ہوئے، کوئی کام انجام دیتے ہوئے، انسان تین حالتوں سے الگ نہیں رہ سکتا، تین حالتیں ضرور ہی ہوتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کسی ایک جگہ ہم نے رابطہ [connection] جوڑ کر رکھا ہے اور دوسری جگہ کا اُتار کر رکھ دیا ہے لیکن انسان چونکہ معاشرے کا ایک فرد ہے اِس لیے اُس کا دوسروں کے ساتھ بھی رشتہ رہتا ہے، رب کے ساتھ تو اُس کا رشتہ رہنا ہی ہے اور اپنا وجود تو اپنا وجود ہے۔

ہمیں یہی بات سمجھ نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ کیسے بنانا ہے؟ یہاں رہتے ہوئے کون سا لمحہ ایسا ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہیں، خالق کے ساتھ تو رشتہ ہے،

دل تو اُس کی دو کریم انگلیوں کے درمیان ہے، رشتہ تو ہے، تعلق تو ہے، ہمارے بھول جانے سے وہ تعلق رہے گا تو سہی لیکن حیثیت بدل جائے گی۔ مثلاً جس وقت ہم اللہ تعالیٰ سے بات نہیں کرتے، اُس کو یاد نہیں کر رہے ہوتے تو ہمارا اُس سے رشتہ کٹ رہا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ اٹکا ہوا نہیں ہے اور دل کے افعال، رابطے درست نہیں ہیں۔ سادہ سی بات ہے کہ انسان کے تین طرف رابطے [connection] جڑے رہتے ہیں۔ اگر ایک بھی رابطہ [connection] اُتر جائے تو انسان خراب ہو جاتا ہے۔ اسے آپ اپنی زندگی میں نہ دیکھیں کہ میری زندگی میں تو ایسا ہوتا ہی نہیں ہے۔ چونکہ رابطے [connections] اُترے ہوئے ہیں اس لیے احساس بھی نہیں ہے۔ آپ اسے حقیقت کے طور پر سمجھیں۔ انسان کے قلب کی مثال بلب کی طرح ہے، بلب on کیا تو روشنی آ گئی، اِس کا **مع الغیر** تعلق قائم ہو گیا اور آف کرنے سے اس کا **مع الغیر** رابطہ ٹوٹ گیا۔ (جن کا اینٹی سوشل روّیہ ہوتا ہے وہ لوگ اپنا بلب آف کر کے رکھتے ہیں، ہر بات کو اپنی ذات تک محدود رکھتے ہیں)۔ اس بلب کا اپنی ذات کے ساتھ تعلق تو قائم ہے لیکن اگر بجلی کے ساتھ رابطہ ختم ہو جائے یعنی اِس کا اصل source سے رابطہ کٹ جائے تو ہم اس کا معاشرے کے ساتھ بھی صحیح رابطہ نہیں رکھ سکتے کیونکہ اس میں روشنی نہیں ہے، نہ یہ خود روشن ہوا، نہ کسی کو روشنی دی۔ اِسی طرح قلب کو روشن کرنے کا اصل source نور ہے اور اللہ تعالیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:35)

''اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے''۔

جب ایک انسان کے دل کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے کٹتا ہے تو دل میں روشنی نہیں آتی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ کٹتا ہے تو ماحول بھی روشن نہیں ہوتا اور ماحول سے تعلق بھی خراب ہو جاتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ سے رشتہ کٹتا ہے تو انسان کا نہ تو اپنے آپ سے رشتہ درست رہتا ہے، نہ ماحول سے۔ اُس وقت فوراً انسان یہ کہے: یا اللہ! میرا رشتہ اپنے سے کٹنے نہ دینا، یا اللہ! میرا رشتہ اپنے سے جوڑ کے رکھنا۔ جب رشتہ خراب ہو رہا ہو تو کہنا چاہیے: یا اللہ! مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کرنا، تجھ سے تعلق کٹ گیا تو میں اپنے نفس سے رہنمائی لینا شروع کر دوں گا۔ یا اللہ! مجھ سے میرے ماحول میں جہاں کہیں میں ہوں وہاں روشنیاں پھیلا دینا۔ یہ بات clear ہوگئی کہ کیسے انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ جوڑ کر رکھتا ہے؟ کیسے اُس کی زندگی درست ہوتی ہے؟ یہ معاملہ کسی ایک بات کا نہیں ہے بلکہ ہر وقت ہی بندے کا رب سے تعلق ہے، ہر وقت کی دعائیں، ہر وقت کی یاد۔ اللہ تعالیٰ سے رشتہ کٹتا ہے تو پھر دو رشتے رہ جاتے ہیں: ایک اپنے نفس کے ساتھ اور ایک دوسروں کے ساتھ۔ مثلاً یہ ٹیبل لیمپ میرے سامنے پڑا ہوا ہے، یہ میرے اور آپ کے درمیان حائل ہوگیا، یہ آن نہ ہو تو آپ کا دل چاہتا ہے اِس کو ہٹا دیں اِس کا کیا فائدہ کیونکہ یہ بیکار ہوگیا حالانکہ اِس وقت اِس کا اپنے نفس کے ساتھ رشتہ ہے، جلنے کی صلاحیت رکھتا ہے، ماحول کو بھی درست کر سکتا ہے لیکن ماحول والے کہتے ہیں: پھینک دو، الگ کر دو یا کنکشن درست کر دو یعنی یا تو اِس کا پیچھے سے رابطہ جڑ جائے یا پھر اسے اُٹھا دیں کیونکہ اِس کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔ سوچیں اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہی پیچھے کر دے، جیسا کہ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس طرح ہم قوموں کو بدلتے رہتے ہیں، ایک کی جگہ دوسرے کو لے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے آپ سے جوڑے رکھے، ہمیں خود سے دور نہ پھینکے۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ (ترمذی 3587)

”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا۔“

یا اللہ! مجھے اپنے ساتھ جوڑے رکھنا۔ اب غور کریں کہ کیا دل بدل رہا ہے؟ دل کے

حالات کیسے بدلتے ہیں؟ دل کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جڑتا ہے پھر دل بدلتا ہے۔ ہم اصل میں رشتہ کاٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (البقرہ:27)

''وہ اس رشتے کو کاٹ ڈالتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں کیا کہا ہے؟

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (البقرہ:27)

''یہ لوگ خسارہ پانے والے ہیں''۔

خسارہ کیا ہے؟ ساری زندگی خراب ہوگئی۔ لہٰذا نقصان میں نہیں رہنا بلکہ اللہ تعالیٰ کا تعلق بچانا ہے۔ سنتے ہوئے آپ کی سماعت، بصارت اور آپ کا قلب کام کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے تعلق میں تینوں چیزیں کام کرتی ہیں۔

غفلت کیسے ہوتی ہے؟ جب اعضاء کام کریں لیکن ذہن میں کوئی سوچ نہ ہو مثلاً میں نے پین اٹھایا اور رکھ بھی دیا لیکن پتہ ہی نہیں۔ جب اعضاء کام کریں لیکن ذہن میں کوئی سوچ نہ ہو تو یہ غفلت ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اعضاء کام کریں تو بھی ایک رشتہ اللہ تعالیٰ سے جڑے، ایک رشتہ اپنے آپ سے اور ایک ماحول کے ساتھ جڑے۔ جہاں کہیں آپ اخلاقی خرابیاں دیکھتے ہیں، معاملات [dealings] میں خرابی ہوتی ہے، دراصل وہاں پر یہ ترتیب خراب ہوجاتی ہے، رابطے جڑے ہوئے نہیں ہوتے۔ مثلاً میں نے یہ پین لکھنے کے لیے اُٹھایا، اب مع اللہ رشتہ کیسے جڑنا چاہیے؟ کیا سوچ ذہن میں آئے؟ یا اللہ! میں نے یہ پین تیرے لیے اُٹھایا، تیری بات لکھوں گی، میری اصلاح کردینا، درست استعمال کرنے کی توفیق دینا۔

اس دوران انسان کا ذہن کچھ نہ کچھ تو سوچے گا تو اِس طرح آپ کیا سیکھ رہے ہیں؟ توجہ۔ اِسی سے اِخلاص پیدا ہوتا ہے کہ آپ ہر چیز کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دیں۔

اعضاء کا دوسرا تعلق کس سے ہوتا ہے؟ اپنی جان کے ساتھ، اپنے نفس کے ساتھ (مع النفس)۔ اس قلم کو میں نے اٹھایا تو میرے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ کہ میں اس کو استعمال کروں اور استعمال کرتے ہوئے اس کا رشتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ دوں اور مع الغیر کیا تعلق ہے؟ کہ میں جو کچھ لکھوں، میرے لکھنے کی وجہ سے نہ نوٹ بک خراب ہو اور نہ اِرد گرد والے تکلیف میں آئیں، پورے ماحول میں میرے اس فعل کی وجہ سے خرابی نہ آئے۔ خرابی کیسے آتی ہے؟ مثلاً لکھتے لکھتے میں نے پوائنٹر کھلا چھوڑا اور کسی کے کپڑوں پہ رکھ دیا، کسی کے سکارف سے لگا دیا، خرابی تو آ گئی، دوسروں کے کپڑے خراب ہو گئے۔ خرابی اور کیسے آتی ہے؟ بے دھیانی میں کھولنا، بند کرنا، ٹک ٹک ٹک۔ یہ کیا ہے؟ یہ غفلت ہے، مع الغیر رابطے کا درست نہ ہونا ہے۔ فرض کریں ایک انسان ایسے ہی کسی چیز کو اُٹھا کر کھیلتا رہا، اِدھر سے پکڑا اُدھر رکھ دیا، اُدھر سے پکڑا اِدھر رکھ دیا تو یہ لاشعوری عمل ہے۔ یہ عمل ثابت کرتا ہے کہ انسان کا قلب درست نہیں ہے، قلبی معاملات درست نہیں ہیں، اعضاء ٹھیک کام نہیں کر رہے، اعضاء کو صحیح پیغام [massage] نہیں مل رہا۔ صحیح پیغام ملے گا تو اعضاء ٹھیک کام کریں گے۔

اب ہم عمل اللسان (زبان کا عمل) دیکھیں گے: بولتے ہوئے زبان کا ایک تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، ایک تعلق اپنی جان کے ساتھ ہے اور ایک تعلق غیر کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (ق:18)

''کوئی لفظ انسان کی زبان سے نہیں نکلتا مگر حاضر باش نگران اس کو ریکارڈ کر لیتے ہیں۔''

ظاہری طور پر ایک ہی عمل نظر آتا ہے کہ زبان بات کر رہی ہے لیکن اگر زبان ٹھیک

بات کرتی ہے تو ہوسکتا ہے کہ رشتہ اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہولیکن اگر بات ٹھیک نہیں ہو رہی تو یقیناً رشتہ اللہ تعالیٰ سے کٹا ہوا ہوگا۔ بات کرتے ہوئے ایک انسان اللہ تعالیٰ سے رابطہ جوڑ کے رکھے تو نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کہ انسان جو لفظ بھی منہ سے نکالے گا، سوچ سمجھ کر نکالے گا۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات تو میں نے ایسے ہی کردی تھی، کتنی باتیں ہوتی ہیں جو انسان ایسے ہی کر دیتا ہے، کوئی کسی کی غلطی نہیں پکڑتا کہ تم نے ایسے ہی بات کیوں کردی؟ **عمل اللّسان** اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں پر اچھے اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں اور برے بھی۔ مثلاً زبان کھولی اور طعنہ دے دیا، **مع الغیر** تعلق صحیح ہے یا غلط؟ غلط ہو گیا۔ زبان کھولی اور غیبت کردی، کسی کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، اِس موقع پر کیا ہوتا ہے؟ اِس نے کھولتے ہوئے اپنے نفس سے فیصلہ لیا اور اللہ تعالیٰ سے رشتہ کاٹ بیٹھا۔ زبان کا تعلق عین بات کرتے ہوئے بھی رب سے جڑا ہوا ہو تو زبان غلط نہیں بول سکتی۔ یہ بات سمجھنے والی ہے کہ زبان کا تعلق **مع النفس** کیا ہے؟ اِس کا تعلق نفس کے ساتھ، دل کے ساتھ، اپنے آپ کے ساتھ کیسے جڑا ہوا ہوتا ہے؟ زبان وہی کچھ کہتی ہے جو کچھ ہمارے اندر ہوتا ہے۔ ایک انسان غلط بات کر کے اپنے دل پہ داغ لگواتا جاتا ہے ''سیاہ دھبے'' اور زبان کا صحیح استعمال کر کے قلب کو بچاتا جاتا ہے۔ ہم جو لفظ بھی زبان سے نکالتے ہیں اِس کا ایک کنیکشن پیچھے قلب کے ساتھ، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے، ہم وہی کچھ بولتے ہیں جو کچھ پیچھے کنیکشن لگا ہوتا ہے، ہم نے تین چیزوں کو دیکھا ہے: قلب کا عمل، اعضاء کا عمل اور زبان کا عمل۔ تینوں میں کون کون سی چیزیں خاص ہیں؟ **مع اللّٰہ**، **مع النفس** اور **مع الغیر**۔

طالبات کے احساسات

طالبہ: مجھے کافی عرصے سے concentration کا مسئلہ تھا، وقتی طور پر اگر توجہ ہوتی بھی تھی تو پھر اِدھر اُدھر چلی جاتی تھی، even اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوچتے سوچتے میں کہیں اور نکل جاتی تھی، آج الحمدللہ فائدہ ہوا ہے۔

طالبہ: اللہ تعالیٰ سے تعلق کچھ لمحات کے لیے بنتا ہے تو بہت آنسو آتے ہیں لیکن جیسے ہی وہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو کچھ ہی لمحات کے بعد دل خالی محسوس ہوتا ہے۔

استاذہ: انسان ایک وقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو بہت زیادہ محسوس کرتا ہے تو آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ پھر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کیفیت نہیں رہتی، یہ ایک فطری [natural] بات ہے لیکن خالی ہو جانے کی جو کیفیت ہے اس کی وضاحت ضرور کرنا چاہوں گی۔ جس وقت انسان کے آنسو بہتے ہیں وہ موقع ہوتا ہے کہ انسان اپنے لیے زیادہ سے زیادہ اِس تعلق سے فائدہ حاصل کر لے۔ عین اس موقع پر زیادہ دعائیں کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، زیادہ اذکار اور استغفار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگیں کہ جھولی بھر جائے تو بھر جائے گی۔ اگر آپ بہتے پانی کو یونہی بہنے دیں

گے تو آپ کے برتن میں، آپ کے ظرف میں کچھ بھی نہیں آئے گا۔ بہتے پانیوں کے کنارے کنارے نہیں کھڑے ہونا، اِن سے اپنے ظرف کو بھر لینا ہے۔ انسان اِسی طرح حصہ لے سکتا ہے کہ اِس موقع پر اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرے، اِستغفار کرے، عین اِس موقع پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدد مانگے، لہٰذا زیادہ دعائیں مانگا کریں، باقی جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ کیفیت ایک سی نہیں رہتی تو نبی ﷺ نے فرمایا:

"اگر ہمیشہ ہی ایسی کیفیت رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں، آگے بڑھ کر سلام کریں۔" (ترمذی 2514)

ہمیشہ ایک سی کیفیت نہیں رہتی لیکن یہ جو خالی ہو جانے کا عمل ہے اِس کے لیے آپ خود پیچھے جا کر جائزہ لیں کہ آپ نے یا تو آنسو بہائے ہوں گے کسی عارضی [temporary] جذبے کے تحت کہ وقتی طور پر ایک تاثر تھا جس میں شعور کا دخل کم تھا اور متاثر ہونے کی بات زیادہ تھی جس کی وجہ سے آنسو بہے۔ لہٰذا تاثر کو شعوری بنالیں، تسبیح کریں، دُعائیں کریں، کیفیت میں فرق آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔